# امت مسلمہ پر مغربی عالمگیریت کے اثرات اور ان کا تنقیدی تجزیہ

# Impacts of Western Globalization on the Muslim Ummah and theirs Critical Analysis

*عدیل انور

**ڈاکٹر محمد جنید ندوی

**ABSTRACT**

Globalization is an international Phenomenon of the present age. Its impacts are increasing day by day. Its growing vastness is unchecked. Its impacts seem not only on the political and economic fields but also in social and religious fields of life. Certainly, it has a lot of advantages and merits but unfortunately, its disadvantages are at their peak now. The current Western global policy is not suitable for Muslims because of the ideological differences.

The Social, economic, political, and religious fields of life are going to dogs Although many writers tried to throw light on this worldwide policy yet its strategy is still not clear, a layman can feel its impact but does not knows about its results and where is he being driven so it's a need of time to clarify its ground reality.

**KEYWORDS:**

*Impacts, Globalization, Muslim Societies, Ummah.*

عالمگیریت کی اب تک جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں ان میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک عالمی نظام ہے جس کا مقصد دنیا کے ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبہ بلکہ ہر فرد کو باہم مربوط کرنا ہے اس کا اطلاق زندگی کے نہ صرف معاشی یا سیاسی میدان میں ہوتا ہے بلکہ یہ انسانی معاشرے میں تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط و اہم ہے گویا عالمگیریت کے تصور نے دنیا بھر کے لوگوں کو ہر میدان میں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ماہرین و محققین اس پر تنقید بھی کرتے ہیں اور تعریف بھی، شاید تنقیدی تعریف سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جب اس نظام کے اثرات پوری دنیا کو اپنے اندر گول گاؤں کی طرح سمیٹے ہوئے ہیں پھر اس پر بحث بھی اس قدر ہوتی ہو گی۔ عالمگیریت کے اثرات نہ صرف مغربی دنیا میں نظر آتے ہیں بلکہ مشرقی دنیا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ عالمگیریت کے اثرات منفی ہیں یا مثبت اس پر ماہرین و محققین نے بے شمار کتب و مقالات لکھے ہیں[1] اور اس کے اثرات پر بحث کی ہے کہ مغربی دنیا پر یہ اثرات کیسے ہیں اور مشرقی دنیا پر کیسے ہیں؟ یہی عصر حاضر کا اہم ترین موضوع ہے عالمگیریت کے اقوام عالم پر گہرے اثرات کا

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

**پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

ہر گز انکار نہیں کیا جا سکتا اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مغربی عالمگیریت نے دنیا میں جدید ٹیکنالوجی اور صنعت و حرفت کی بدولت انسان کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ دنیا کا عظیم ترین مالیاتی ادارہ آئی ایم ایف اس کو یوں بیان کرتا ہے۔

" In 2000 the International Monetary Fund (IMF) identified four basic aspects of globalization: (1) trade and transactions, (2) capital and investment movements, (3) migration and movement of people, (4) the dissemination of knowledge"- [2]

2000 میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) نے عالمگیریت کے چار بنیادی پہلوؤں کی نشاندہی کی: تجارت اور لین دین، سرمایہ اور سرمایہ کاری کی نقل و حرکت، نقل مکانی اور لوگوں کی نقل و حرکت، اور علم کی بازی۔ عالمگیریت کا یہ نظام عصر حاضر میں ہر انسان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے انتہائی معاون و مددگار ہے۔ یہ نظام پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ جب مغرب کی بات کی جائے تو اس سے مراد مغربی دنیا میں بسنے والے وہ تمام ممالک و معاشرے ہیں جو دنیا کو عالمگیر گاؤں بنانے کے لیے امریکہ کی قیادت میں ایک جیسے افکار و مقاصد لیے شب و روز کوشاں ہیں۔ ان ممالک کے افکار و مقاصد باہم ایک جیسے ہیں اسی لیے دنیا بھر میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے دنیا کے معاشروں پر اپنی منشاء کے مطابق پالیسیوں کا نفاذ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا دائرہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں تک وسیع ہے اس وقت مشرق و مغرب میں سب سے زیادہ زیر بحث موضوع عالمگیریت ہی ہے مغربی عالمگیر نظام جس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے اسی تیزی سے اس کے اثرات بھی نمایاں ہو رہے ہیں یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مغربی گلوبلائزیشن نے جس قدر تیزی کے ساتھ دنیا کو اپنے کنٹرول میں کیا ہے اتنی ہی تیزی کے ساتھ دنیا غیر محفوظ بھی ہوتی جا رہی ہے۔ ان عالمی جنگوں کے منفی اثرات مسلمانوں پر زیادہ جبکہ مغرب پر کم ہوئے ہیں۔ مغربی اقوام کیونکہ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے دوسری اقوام سے برتر سمجھتی ہیں اس لیے انہوں نے ہر اس تہذیب اور نظام کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی جو کہ ان کی تہذیب اور نظام کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس وقت مغربی تہذیب شاید وہ واحد تہذیب ہے جو دوسری تہذیبوں اور علاقوں میں اپنے مفادات رکھتی ہے۔ مغرب تہذیب اس وقت بہت زیادہ مضبوط و توانا اور بااثر ہے۔ دوسری تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے معاشروں کو اپنے مفادات اور اہداف کے حصول اور تحفظ کے لیے عمومی طور پر مغرب کی اعانت کی ضرورت ہے کیونکہ مغربی قومیں دوسروں پر گہرا اثر و رسوخ رکھتی ہیں کہ ان کی رضا و منشا کے بغیر دیگر اقوام کچھ نہ کر سکیں۔ مغرب ایشیا اور اسلامی ممالک کو مختلف انداز سے دیکھتا ہے۔ اس حوالے سے سیموئیل فلپس ہنٹنگٹن (Samuel Phillips Huntington April 18, 1927 – December 24, 2008) لکھتا ہے:

"The economic development of China and other Asian societies provides their governments with both the incentives

and the resources Economies, Demography, and the Challenger Civilizations to become more demanding in their dealing with other countries. Population growth in Muslim countries, and particularly the expansion of the fifteen to twenty-four-year-old-age cohort provides recruits for fundamentalism, terrorism, insurgency, and migration. Economic growth strengthens Asian governments demographic growth threatens Muslim governments and non-Muslim societies"[3]

چین اور دوسرے ایشیائی معاشرے اپنی حکومتوں کو مراعات اور وسائل دونوں فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ دوسرے ممالک کے ساتھ معاملات میں مزید متقاضی بن جائیں۔ یہ آبادی کی اقتصادی ترقی مسلم ممالک میں ترقی، اور خاص طور پر پندرہ سے چوبیس سالہ عمر کے لوگوں کا تعاون، بنیاد پرستی، دہشت گردی، شورش اور ہجرت کے لئے بھرتی کرتے ہیں۔ اقتصادی ترقی سے ایشیائی حکومتوں کو تقویت ملتی ہے۔ آبادی میں اضافے سے مسلم حکومتوں اور غیر مسلموں کو خطرہ ہے۔ مغربی عالمگیریت کا دنیا بھر میں اثر ورسوخ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغربی طاقتیں عالمگیریت کے تحت اس وقت:

1) بین الاقوامی بنک کاری نظام کی مالک ہیں اور اس کو چلاتی ہے۔

2) تقریباً تمام بڑی کرنسیوں کو کنٹرول کرتی ہے۔

3) دنیا کے بڑے گاہکوں میں شامل ہیں۔

4) بین الاقوامی سرمائے کی منڈیوں پر حاوی ہیں۔

5) کئی معاشروں میں قابل لحاظ اخلاقی لیڈرشپ کے لیے کوشاں ہیں۔

6) وسیع پیمانے پر فوجی مداخلت کی استعداد رکھتی ہے

7) سمندری راستوں پر قابض ہے۔

8) خلا میں رسائی میں برتری رکھتی ہے۔

9) بین الاقوامی ٹینک ہتھیار سازی کی صنعت میں برتر ہیں۔[4]

جبکہ رابرٹ اس حوالے سے رقمطراز ہے کہ

"Any events in one part of the world effects on distant locations and finally to comprehend globalization as a historical structure of material power, but all of them agree on one point that globalization has major impact on this contemporary world"[5]

دنیا کے ایک حصے میں ہونے والے کئی واقعات دور دراز کے مقامات پر اثر انداز ہوتے ہیں اور آخر کار عالمگیریت کو

مادی طاقت کے ایک تاریخی ڈھانچے کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے لیکن یہ سب ایک نقطہ پر متفق ہیں کہ عالمگیریت پر اس کے بڑے گہرے اثرات ہیں۔ اس طرح مغربی تہذیب کو برتری حاصل ہے اور یہ ایک فطری بات ہے کہ جب کوئی تہذیب، ریاست یا فرد واحد طاقت حاصل کر لیتا ہے اور اسے برتری حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی قومیت اور طاقت کو دوسروں پر حاوی کرنا چاہتا ہے اور زبردستی اپنے بنائے ہوئے قوانین کا دوسروں پر نفاذ کرنا چاہتا ہے۔ یہی صورتحال مغربی تہذیب کی ہے جو کہ دنیا پر مغربی گلوبلائزیشن کا ہر صورت پرچار چاہتی ہے۔

> "Cultural globalization refers to the intensification and expansion of cultural flows across the globe. Obviously, 'culture' is a very broad concept; it is frequently used to describe the whole of human experience. In order to avoid the ensuing problem of overgeneralization, it is important to make analytical distinctions between aspects of social life"[6].

ثقافتی عالمگیریت سے مراد پوری دنیا میں ثقافتی بہاؤ کی شدت اور توسیع ہے۔ ظاہر ہے ثقافت ایک بہت وسیع تصور ہے یہ اکثر انسانی معاشرتی تجربے کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مقصد حد سے زیادہ پیدا ہونے والے مسئلے سے بچنے کے، معاشرتی زندگی کے پہلوؤں کے درمیان تجزیاتی امتیاز پیدا کرنا ہے

## تہذیبوں کا تصادم

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی تہذیب دوسری تہذیب سے باہم ملتی ہے تو اس سے ایک دوسرے کو سیکھنے، اور جاننے کا مناسب موقع میسر آتا ہے۔ اسی سے انسانی زندگی میں سلجھاؤ بھی پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں میں ایک دوسرے کو سمجھنے، خیالات و افکار، اور مہارتیں و ہنر کا تبادلہ کرنے اور طرز حیات میں بہتری لانے کا شعور بھی پیدا ہوتا ہے مگر بعض اوقات جب ایک تہذیب زیادہ موثر و رنگین ہو تو وہ دوسری تہذیب کو نگلنے سے دریغ نہیں کرتی۔ مغربی تہذیب چونکہ صرف تہذیبی مقاصد نہیں رکھتی بلکہ یہ سوچا سمجھا تیار شدہ منصوبہ ہے جس کی وسعت انسانی حیات کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، اور مذہبی شعبوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ مغرب اس کے ذریعے دنیا بھر میں اپنے گہرے پنجے گاڑھ کر اپنے مفادات کا حصول چاہتا ہے۔ اسی لیے کچھ تہذیبیں مغربی تہذیبی حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے جلد ہی دم توڑ گئیں۔ جبکہ اسلامی تہذیب چونکہ خود مکمل نظام زندگی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس لیے مغرب کو یہاں کشمکش کی سی صورتحال کا سامنا ہے۔ مغربی تہذیب نے جب دنیا پر اپنے پر پھیلانے شروع کیے تو اس کے مقابلے میں دوسری تہذیبوں نے مزاحمت شروع کر دی جس میں سب سے بڑی مزاحمت روس کی جانب سے کی گئی تھی حتیٰ کہ 1989 میں روس کو شکست ہو گئی۔ روس کی شکست کے بعد مغربی گلوبلائزیشن کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلامی تہذیب کی شکل میں تھی جسے مغرب کسی بھی صورت اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے نہ صرف فوجی طاقت پر انحصار کیا

بلکہ مسلمانوں کو اخلاقی طور پر تباہ کرنے کی بھرپور کوششیں جاری رکھیں,11/9 کے فوراً بعد مغربی اور اسلامی تہذیب کا موازنہ کرتے ہوئے اٹلی کے سابق وزیر اعظم سلویو برسکونی (Silvio Berlusconi) جو ستمبر 1936ء میں پیدا ہوا، کی رائے کو شاہ نواز فاروقی یوں بیان کرتے ہیں:

"مغربی تہذیب اسلامی تہذیب سے برتر ہے اور اس نے جس طرح کمیونزم کو شکست دی ہے اسی طرح اسلامی تہذیب کو بھی شکست سے دوچار کرے گی"[7]

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تہذیبوں کا تصادم 11/9[8] کے بعد شروع ہوا تھا؟ نہیں، بلکہ اسلامی تہذیب سے یورپ کا تصادم 1095 میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب سارا یورپ مسلمانوں کے خلاف امڈ آیا اور یہ تصادم 1295 تک جاری رہا تاریخ اسے پہلی صلیبی جنگوں[9] کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ تصادم مسلمانوں نے نہیں بلکہ یورپ نے شروع کیا تھا۔ جو کہ سارے عالم اسلام کو فتح کر کے اپنی گلوبل حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس میں یورپ ناکام رہا۔ اگلا تصادم اٹھارویں صدی سے شروع ہوا اور یورپ نے کم و بیش سارے اقوام عالم پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ یہ تسلط تقریباً دو سو سال تک جاری رہا اور آخر کار مسلمانوں نے لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر یورپ سے پھر آزادی حاصل کر لی۔ اگرچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اگرچہ اکثر مسلم ممالک نے آزادی حاصل کر لی لیکن مغربی استعمار مسلم ممالک میں اپنے ایجنٹ چھوڑ گئے جو ان مسلم ممالک پر حکومت کرتے رہے ان کا مکمل کنٹرول یورپ کے ہاتھوں میں تھا جبکہ نائن الیون کے بعد تہذیبوں کا تصادم نئی شکل اختیار کر گیا۔ آغاز میں صرف فوجی جارحیت کی گئی بعد میں ثقافتی، ذہنی، اور نفسیاتی جارحیت شروع کی گئی اور ایک ایسی نسل تیار کی گئی جو نام کی مسلم تھی لیکن دینی طور پر مغربی سوچ کی حامل تھی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"ہمارے با اثر طبقے اہل مغرب کے سامنے یہ نقشہ پیش کر رہے ہیں کہ ہم میں اور تم میں کسی لحاظ سے کوئی بھی فرق نہیں ہے۔ جو تہذیب تمہاری ہے وہ تہذیب ہماری ہے جو تمہارا تمدن وہ ہمارا تمدن"[10]

مغربی تہذیب راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو عبور کر رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب سے بڑی رکاوٹ مغربی گلوبلائزیشن کے مکمل ہونے میں اسلامی تہذیب ہے جو کہ ایک ایسی تہذیب ہے جو مکمل طور پر اپنا ایک واضح نظام رکھتی ہے یعنی سیاسی، معاشی، اور معاشرتی نظام ہر لحاظ سے دوسروں سے منفرد ہے۔ مغربی مفکر فلپ لکھتا ہے:

"There should be a separation of religion and the state. Everyone should be free to practice their faith, change it or not have one, according to their conscience. Any person's religious beliefs or lack of them should not in itself put them at an advantage or a disadvantage"[11]

ریاست اور مذہب بالکل جدا ہونے چاہئیں، ہر شخص کو آزادی حاصل ہونی چاہئے کہ وہ اپنی سوچ کے مطابق کوئی مذہب رکھے یا نہیں۔ کسی بھی شخص کو اس کے مذہبی عقائد سے فائدہ یا نقصان اٹھانے کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔ مغرب اس وقت سب سے زیادہ جس تہذیب و معاشرے سے خائف ہے وہ یہی اسلامی تہذیب و معاشرہ ہے۔ کیونکہ اس تہذیب کو ختم کیے بغیر مغربی گلوبلائزیشن کا خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں جن تہذیبوں کے ساتھ مغربی تہذیب کا مقابلہ ہوا وہ اتنی مضبوط تہذیبیں نہیں تھیں کہ دوسری تہذیب سے مقابلہ کر پاتیں۔ مغرب نے اپنے معاشی نظام کو سیکولر بنیادوں پر کھڑا کیا پھر اس میں سود کو عام کر کے انسانیت کی حق تلفی کا نیا باب کھولا، اسی نظام کا سہارا لے کر سرمایہ داروں نے اپنے مفاد کے لیے مذہبی تعلیمات کو یکسر رد کر دیا۔ جب مذہب معاشرتی زندگی سے دور ہوا تو سرمایہ کاروں نے غربا و کمزور طبقوں کا خون چوسنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی یہاں تک کے اخلاقیات کا بھی جنازہ نکال دیا گیا۔ سید قطب مغربی سرمایہ داروں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "سرمایہ داروں نے دین کی تعلیمات کو رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس نے چوری بھی کی، لوٹا بھی اور قتل کر کے خون بھی بہائے۔ لوگوں کو ان کی سادہ زندگی سے دور لے گئے تا کہ آسائشوں کو فروخت کر کے نفع کمایا جا سکے۔ سرمایہ داروں نے نوجوان مزدوروں کو ان کے گھروں سے دور کام پر لگایا، ان کے اخلاق کو برباد کیا اور فحاشی کے ذریعے ان کی مالی مشکلات کا حل پیش کیا۔ اس طرح سے سرمایہ داری نے ہر عقیدہ اور ہر قسم کے اخلاق کو شکستہ کر دیا۔"[12]

اگر میدانی حقائق کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو اس وقت مغرب یہودیوں کے سرمائے کی بدولت اسلامی معاشرے کو ہر لحاظ سے تباہ کرنے کی کوشش میں ہے۔ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے مختلف طریقے بروئے کار لائے جا رہے ہیں این جی اوز اور مختلف مشنریاں مسلم ممالک میں کام کر رہی ہیں۔ جو فلاح و بہبود کی آڑ میں اسلام کو نقصان پہنچانے میں مصروف ہیں مسلمانوں کے سامنے اسلام کا مسخ شدہ چہرہ پیش کیا جا رہا ہے کہ تمہارے زوال کی وجہ ہی اسلام ہے۔ جب تک مغربی تہذیب قبول نہ کرو گے ترقی نہیں کر سکتے۔ عظیم مغربی مفکر ہنٹنگٹن لکھتا ہے

> "Only when Muslim explicitly accept the western model will they be in a position to technelize and to develop"[13]

صرف اس صورت میں جب مسلمان مغربی ماڈل کو واضح طور پر قبول کر لیں تب ہی وہ ٹیکنالائز اور ترقی کی پوزیشن میں ہوں گے اہل مغرب اسلام کو ختم کرنے کے لیے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں قتل و غارت گری ہو رہی ہے اس وقت دنیا میں جو کشت و خون ہو رہا ہے۔ اس کی تمام تر ذمہ داری مغرب پر عائد ہوتی ہے جو کسی بھی دوسری تہذیب کو کسی صورت بھی برداشت کرنے کے حق میں نہیں۔ اس بارے میں ماضی بلکہ عصر حاضر کے علماء و محققین نے مختلف آراء دی ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی آراء کا خلاصہ یوں بہتر ہو گا کہ شاید صورت

حال یہ ہے کہ آپ شعور کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہہ کر دیکھی دنیا خود آپ سے لڑنے آجائے گی زمین و آسمان آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ سانپ اور بچھو آپ پر حملہ کر دیں گے۔ ہر طرف سے مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے مغرب پوری تیاری سے میدان عمل میں آچکا ہے۔ اور تمام تر وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اس وقت مسلمانوں کی اخلاقیات و معاشرت کو تہذیبی کشمکش میں الجھا کر مغربی ذہنیت کو پروان چڑھا رہا ہے، بد قسمتی سے مسلمان اس دلدل میں مسلسل پھنستے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

علماء کرام اور عالمگیریت کے دانشوروں کی آراء کو اگر عصر حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان کی بات نہ صرف میدان معاشرت و سیاست میں درست محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر تعلیمی تناظر میں جائزہ لیا جائے تو موجودہ تعلیم اور نظام تعلیم پر مکمل مغربی اجارہ داری ہے مغرب نے تعلیمی نظام پر اس طرح دھاوا بولا ہے کہ دیگر اقوام ان کی محتاج ہو کر رہ گئی ہیں گویا اب تو تعمیر و ترقی کے تمام تر وسائل اور راستے مغرب سے پھوٹتے ہیں۔ دیگر اقوام پر مغربی تہذیب و ثقافت بلکہ تعلیم و افکار اس طرح مسلط کیے گئے ہیں کہ گویا رزق کی تمام کنجیاں بغیر حلال و حرام کی تفریق کے مغربی تعلیم گاہوں کے دروازوں پر لٹکا دی گئی ہیں۔ کامیابی و ناکامی کا معیارات انہی کی منشا کے مطابق انہی کے پاس ہیں اب دنیا میں وہ ہی رزق پائے گا جو یہاں تعلیم حاصل کرے گا۔ اس دباؤ میں آکر ہماری ایک نسل کے بعد دوسری نسل بھی پہلے سے بھی بڑھ کر ان تعلیم گاہوں کی طرف گئی۔ وہ سارے ہی نظریات سیکھے جن کی روح اور شکل بالکل ہماری تہذیب کی ضد تھی۔ اس طرح انہوں نے ہمارے دلوں اور دماغوں میں فرنگی تہذیب کی جڑیں پیوست کر دیں۔ اور پھر مغربی تہذیب کا اثر اس طرح ہوا کہ ساری دنیا میں تہذیبوں کی جنگ شروع ہو گئی۔ اب ہر تہذیب اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے میدان میں نکل آئی ہے اور پر امن دنیا میں تہذیبی و ثقافتی کشمکش شروع ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ موجودہ دنیا میں سکون کی بجائے افراتفری تیزی سے پھیل رہی ہے۔

### سودی نظام معیشت

جب سے نظام معیشت پر مغربی اجارہ داری ہوئی ہے دنیا میں سود کی نحوست بھی بڑھ رہی ہے۔ مٹھی بھر معاشی ٹھیکیداروں نے اپنی ہوس کو مٹانے کے لیے ہر جائز و ناجائز حلال و حرام سے بالاتر ہو کر صرف اپنے مفاد کے حصول کے لیے دنیا بھر کی معیشت کو سودی نظام کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اور سارے نظام کو کھوکھلا کر کے مغرب نے اسے اپنے گھر کی لونڈی بنا دیا ہے۔ اب اس کٹھ پتلی لونڈی سے صرف وہ ہی فائدہ اٹھائے گا جس کو مغرب کی حمایت حاصل ہو گی۔ مغربی عالمگیریت کی بدولت ساری دنیا میں سودی نظام نے اپنے پنجے گاڑھ لیے ہیں حتیٰ کے اسلامی ممالک جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ جن کا مذہب اسلام سودی نظام معیشت کو نہ صرف رد کرتا ہے بلکہ اسے خالق حقیقی سے اعلان جنگ قرار دیتا ہے ان ممالک پر بھی زبردستی اس سودی نظام کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ

نظام جو اس وقت دنیا میں جا بجا موجود ہے۔ اس کے نفاذ کو دنیا بھر میں ہر ریاست و سلطنت پر سرکاری سرپرستی میں عام کیا جا رہا ہے جس کی بنیاد ہی سود ہے۔ دور حاضر میں بھی سرمایہ دارانہ نظام کے تحت سودی کاروبار کو جو وسعت ملی ہوئی ہے اس کا مشاہدہ تاریخ میں نہیں کیا گیا۔ اس نظام کی بدولت سودی نظام نہ صرف جزوزندگی بلکہ معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی بن چکا ہے۔ اس وقت مغربی ممالک میں اس انسان دشمن نظام نے انسانی اخلاقیات کی دھجیاں یوں بکھیری ہیں کہ آج مغرب میں کوئی بھی شخص قرض کسی دوسرے کو بلا سود ایک ڈالر تک نہیں دیتا۔ یہاں تک کے رشتہ دار ہو یا پڑوسی بلکہ بیٹا بھی باپ کو سود کے بغیر ایک پائی تک نہیں دیتا۔ "سودی نظام کا آغاز یہود نے کیا۔ کیونکہ یہود کی شیطانی ذہنیت نے عوام کو ایسا نظام متعارف کروایا کہ ان کی اپنی دولت محفوظ رہے اور کوئی چوری نہ کر سکے لوگوں نے اپنا سونا ان یہودیوں کے پاس رکھنا شروع کر دیا جس کی دولت ان کے پاس کافی مقدار میں سونا جمع ہو گیا جس کو بعد میں یہودیوں نے سود پر قرضے کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔[14] اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مغربی تہذیب اس وقت جس سودی نظام کا نفاذ چاہتی ہے یہ صہیونیوں کی پیداوار ہے یورپ کا اقتصادی نظام شروع سے ہی غیر اخلاقی تھا۔ لیکن اس کے باوجود کہ سودی نظام مسیحی تعلیم میں حرام تھا۔ پھر بھی مغرب کے تمام کرتا دھرتاؤں نے ہر دور میں کلیسا کے مخالف اقدامات کرتے ہوئے معاشرے میں نظام معیشت کو سودی بنیادوں پر کھڑا کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ آج مغربی سودی نظام نہ صرف مغربی دنیا میں قائم ہے بلکہ اس کا نفاذ دنیا بھر کی ریاستوں میں نظر آتا ہے۔ جبکہ عیسائیت میں سود کی کھلم کھلا مخالفت کی گئی ہے۔ جیسا کہ کتاب الخروج میں مذکور ہے کہ

> "اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو کچھ قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔"[15]

مگر اس مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی اس سود پر قائم ہے جو غریبوں کی محنت پر ڈاکے ڈال کر ان کی جمع پونجی کا خاتمہ کر گیا۔ سودی نظام کی بدولت غریبوں کا بے پناہ استحصال بھی کیا گیا۔ اگر دیکھا جائے تو مال و دولت مقصود بالذات نہیں بلکہ محض ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ جس کی بدولت انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ سودی نظام معیشت کی بدولت امیر اور غریب کا فرق زیادہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سود کے نتیجے میں دولت کا جو ہولناک اظہار ہوتا ہے اس کے نتیجے میں معاشرہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک طرف وہ چند سو سود خود ہوتے ہیں۔ جو ملک کے نوے فی صد دولت پر قابض ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وہ کروڑوں افراد جو کہ دو وقت کی روٹی کھانے کو ترستے ہیں اس طرح باہمی جنگ و جدل کی فضا قائم ہو جاتی ہے اور طبقاتی کشمکش کے مکروہ نمونے سامنے آتے ہیں۔ جنہوں نے کمیونسٹ فلسفہ میں تاریخ کے ایک ناگزیر باب کی حیثیت اختیار کر لی۔ حقیقت میں سودی نظام کے بڑے پیروکاروں نے واضع کر دیا کے قدرت نے انسان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ ہیں جو آقا ہیں اور کچھ وہ ہیں جو محکوم ہیں قدرت نے کچھ کو امیر بنایا ہے

اور کچھ کو غریب۔ اس لیے ضروری ہے کہ کچھ انسانی گروہ دولت کے مستقل اجارہ دار ہوں دولت کو اکٹھا کریں، چاہے اس کے لیے وہ جو مرضی طریقے اپنالیں وہ طریقے جائز ہوں یا ناجائز۔ ان لوگوں نے عوام الناس کی محنت پر مسلسل ڈاکے مارے۔ سود خوروں نے دولت کے حصول کے لیے انسان کو جانور سمجھ کر ظلم کیا۔ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ سودی نظام معیشت نے غریب کی کمر تو ٹیڑھی کر دی مگر اسے پھر بھی دو وقت کی روٹی سے محروم ہی رکھا۔ جیسا کہ سید قطب فرماتے ہیں:

"سودی سرمایہ دارانہ نظام نے مزدوروں سے بھی انتہائی برا سلوک کیا مزدوروں کی محنت و مشقت پر دو وقت کی روٹی کے بدلے ڈاکہ ڈالا گیا بلکہ اکثر اوقات تو انہیں دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہوئی، جب سود پر دی گئی رقم مزدور واپس نہ کر سکے تو ان کے بچوں سے چند سکوں کے عوض کئی گھنٹے کام لیا گیا"۔[16]

ماضی میں شاید میدانی حقائق پر پردہ ڈالا جا سکتا تھا مگر عصر حاضر میں ایسا ممکن نہیں ہے کہ اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ صنعتی دور میں بھی اس سودی نظام معیشت نے عوام کا خون چوس چوس کر ایک چھوٹے سے طبقے کو انتہائی امیر بنا دیا ہے۔ آج واضح نظر آرہا ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو حاکم تو کسی کو محکوم بنایا گیا ہے۔ سودی نظام معیشت کی بدولت منافع کی سطح کو بلند ترین سطح پر رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ کیونکہ سود خور کبھی بھی خود کو مالی نقصان میں نہیں جانے دیتا اگرچہ اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑے۔ سود خور اپنے منافع کے حصول کے لیے مختلف طریقے اپناتا ہے منافع کی سطح کو سود کے تقاضوں کے مطابق اونچا رکھنے کے باوجود کساد بازاری کے خطرے کو ٹالنے کا ایک کثیر العمل طریقہ یہ ہے کہ چیزوں کی پیداوار کو محدود کیا جائے چنانچہ ہر قسم کی پیداوار کو اس سطح سے آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا جس سے منافع کی بلند ترین سطح ممکن ہو۔ یہ سودی نظام کا اہم اور بنیادی طریقہ ہے۔ اس کی ایک جھلک یہ ڈاکٹر محمود غازی نے کچھ یوں دکھائی ہے کہ

"امریکہ کی حکومت کم و بیش بارہ ارب ڈالر ہر سال محض زرعی پیداوار کو کم کرنے کے لیے صرف کرتی ہے اور یہ رقم سودی قرض پر حاصل ہوتی ہے"[17]

انسان کو محرومی اور سرمایہ کی توانائی کی اس سے زیادہ عبرت ناک مثال شاید دنیا میں کوئی نہ مل سکے حقیقت میں سود خور انسان دولت میں ایسا بدمست ہو جاتا ہے کہ اس میں انسانیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اس میں طمع، جمع، منع جیسی بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں۔ ایسا انسان صرف زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لالچ میں دوسروں کو برباد کر کے صرف اپنے مفاد پر نظر رکھتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد ہی جائز و ناجائز طریقے سے دولت اکٹھی کرنا رہ جاتا ہے۔ وہ ہر وقت پاگلوں کی طرح صرف دولت کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔ مجبوروں، لاچاروں بے کسوں و بے بسوں کی آواز اس کے

کانوں تک ہر گز نہیں پہنچتی۔ وہ ہر علت، قلت اور ذلت سے خود کو پہلے ہی محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ دوسری جانب غریب بس ہاتھ پہ ہاتھ دھرے اپنی قسمت کا فیصلہ امیر کے سپرد کیے ہوئے خود بے بسی کی تصوین بن کر دیکھتا ہے۔ عصر حاضر میں یہ سودی لین دین صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا بھر میں اکثر حکومتیں اور ریاستیں بھی اس گھناؤنے دھندے میں ملوث ہیں ریاستی حمایت ملنے کی وجہ سے اس غلط کام کو اب غلط بھی نہیں سمجھا جاتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے عظیم ترین مالیاتی ادارے آئی۔ ایم۔ ایف۔(I.M.F) اور ورلڈ بینک (World Bank) جن کے قیام کا مقصد ہی دنیا کے غریب ممالک کی مالی امداد کرنا تھا۔ اب یہ ادارے عالمی طاقتوں کے دباؤ میں آکر سود پر قرض دے کر غریب ممالک سے سود وصول کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان ممالک کو قرض دینے کے بعد یہ ادارے ان ممالک کے سیاسی، معاشرتی و معاشی معاملات کو کبھی بلاواسطہ تو کبھی بالواسطہ کنٹرول کرتے ہیں۔ ان ممالک کو دباؤ میں لا کر اپنی من پسند پالیسیاں وہاں نافذ کر دی جاتی ہیں۔ وطن عزیز پاکستان میں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں ہے۔ بین الاقوامی سروے کے مطابق پاکستان میں ہر نیا پیدا ہونے والا بچہ ایک لاکھ سے زیادہ کا مقروض ہے۔

موجودہ دور میں بھی پاکستان نے جب ان اداروں سے قرض لیا تو ان اداروں نے اپنی سفارشات و تجاویز پیش کیں جس پر حکومت پاکستان کے لیے عملدرامد کرنا لازم تھا۔ موجودہ اور ماضی کی اکثر حکومتوں نے انہی اداروں کے حکم پر پاکستان میں مہنگائی کا دور دورہ کیے رکھا جس کے اثرات ہر بار عام عوام تک مہنگائی کی صورت میں پہنچتے ہیں، موجودہ عہد میں بھی پاکستان میں بجلی اور گیس کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ انہی اداروں کی بے جا مداخلت کی مرہون منت ہے۔ اس وقت اس بات پہ غور و حوض کی اشد ضرورت ہے کہ کیا وجہ ہے کہ غریب ممالک قرضہ لے کر بھی اپنی معیشت کو بہتر نہیں کر پا رہے اس کی اصل وجہ یہ ہی سمجھ آتی ہے کہ ان غریب ممالک کو جو سود پر قرض دیئے جاتے ہیں ان کی شرائط ہی اتنی سخت ہوتی ہیں کہ یہ ممالک قرض کی اقساط واپس کرنے کی بجائے سود کے بوجھ تلے مزید دبے چلے جاتے ہیں۔ سود کی یہ رقم ان ممالک کو انتہائی کڑی شرائط پر دی جاتی ہے۔ در حقیقت ان اداروں کا مقصد ان غریب ممالک کی مدد کرنا نہیں بلکہ ان کے وسائل پر قبضہ کرنا ہے ان ممالک پر بالواسطہ طریقے سے اپنی شرائط و احکامات نافذ کرنا اور ان ممالک کو مزید غربت میں دھکیلنے کے سوا اور کچھ نظر نہیں ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان مقروض غریب ممالک کو محض قرض کی اقساط کی واپسی کے لیے مزید قرض لینا پڑتا ہے۔ اس سودی نظام نے انسان کو اس قدر احمقانہ سوچ دی ہے کہ وہ اپنے رب سے جنگ کرنے کو تیار ہو گیا ہے غیر مسلم تو غیر مسلم، اب تو مغربی عالمگیریت کی بدولت سودی وبا مسلمانوں میں بھی بری طرح پھیل گئی ہے اور مسلمان تباہی کے دہانے تک پہنچ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے عالمگیریت نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے ویسے ہی سودی نظام معیشت نے بھی دنیا کو اپنے کنٹرول میں لے رکھا ہے۔ سودی بنکاری سسٹم دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے کوئی شخص چاہے کتنا بھی پارسا ہو اگر وہ سود کا لین

دین نہیں کرتا ہے تو اس کے اعمال و روزمرہ معاملات اس کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ لیکن مادیت پرستی نے انسان کو دولت و طمع میں اس قدر بدمست کر دیا ہے کہ نیک اعمال کا تصور بھی انسانی زندگی سے ختم ہوتا جارہا ہے دولت کے حصول کے لیے ذرائع رزق حلال کی کوئی وقعت باقی نظر نہیں آرہی۔ سودی نظام معیشت نے نہ صرف انفرادی طور پر انسان کا استحصال کیا ہے بلکہ مجموعی طور پر بھی انسان کو رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ظاہری قرائن سے تو یوں لگتا ہے کہ یہ نظام نہ صرف مسلمانوں بلکہ خود مغرب کو بھی مستقبل قریب میں ذلت کا منہ دکھانے والا ہے۔

## مسلمانوں کا زوال

تاریخ گواہ ہے کہ جس وقت یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت عالم اسلام ترقیوں کی بلندیوں کو چھو رہا تھا صرف دینی علوم ہی نہیں بلکہ سائنسی علوم میں بھی مسلمانوں نے بہت زیادہ ترقی حاصل کر لی تھی۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں بھی بری خصلتوں کا ظہور شروع ہوا مسلمان عالمگیر ریاست کی بجائے ملوکیت میں بٹ گئے۔ دین و سیاست کو الگ کر دیا گیا جاہل لوگ مسند حکمرانی پر بیٹھ گئے غیر مسلموں کے دلوں سے اسلام کی حقیقی تصویر او جھل ہو گئی۔ وہ علم کی شمع جو مسلمانوں نے روشن کی تھی مسلمانوں سے یورپ والوں نے چھین لی۔ مسلمان مختلف گروہوں میں بٹ گئے اس دوران مغربی اقوام نے اتحاد قائم کیا۔ اور اسلام کے خاتمے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے یہ تہذیبوں کے تصادم کا آغاز تھا اس سے پہلے جنگیں مذہب کے نام پر نہیں لڑی جارہی تھیں۔ اہل یورپ نے ان جنگوں کو صلیبی جنگوں کا نام دیا۔ یہی وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے در پہ زوال مہمان بن کر آیا اور اب تک واپس لوٹنے سے قاصر ہے۔

> "پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی کے آخر میں یورپ کے چلی سپاہیوں نے فلسطین کا رخ کیا 1099ء میں چلیوں نے یروشلم کو فتح کر لیا اور چند سالوں میں فلسطین کا ایک بڑا حصہ ان کے قبضے میں آگیا یہ سلسلہ بیسویں صدی میں بھی نہ تھم سکا بیت المقدس پر یہودیوں نے مکمل قبضہ 1967 میں کیا"[18]

جب بیت المقدس میں فاتحانہ انداز میں داخلے ہوئے تو چلی سپاہیوں نے لوگوں کو ایسا قتل کیا کہ ان چلیوں کے گھوڑے جن پر یہ لوگ مسجد عمر میں سوار ہو کر گئے تھے یہ گھٹنوں خون میں ڈوبے ہوئے تھے انہوں نے بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو دیواروں سے مارا، کچھ کو چکر دے کر فصیل سے پھینک دیا۔ پھر دنیا پر ایسا وقت بھی آیا کہ عظیم مسلمان فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی نے فلسطین کو آزاد کروایا۔ مگر پھر بدقسمتی سے ان کی وفات کے بعد مسلمان پھر انحطاط اور تنزلی کا شکار ہو گئے مسلمانوں کی طاقت رفتہ رفتہ کمزور ہوتی گئی یہاں تک کہ ان میں سیاسی انتشار و افراتفری کے ساتھ ساتھ دیگر اخلاقی کمزوریاں مکمل طور پر ظاہر ہو گئیں۔ مغرب اس سے بخوبی واقف تھا جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی اقوام عالم اسلام پر چڑھ دوڑیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اندلس جس کو علم کا اہم روشن چراغ سمجھا جاتا تھا جس نے مغرب کو

تاریکیوں سے نکالا تھا وہ لوگ اس ملک میں 711ء میں داخل ہوئے اس وقت اس کی یونیورسٹیوں کو دنیا میں اہم مقام حاصل تھا۔ مغرب کے لوگ یہاں حصول تعلیم کے لیے آتے تھے مگر بد قسمتی سے مسلمانوں کی کمزوریوں کی وجہ سے اہل مغرب نے ان پر تسلط حاصل کر لیا۔ 2 جنوری 1492ء کو اندلس سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح اندلس سے اسلامی پرچم کو ہمیشہ کے لیے اتار دیا گیا مغرب اور مغربی افکار جس قدر تیزی کے ساتھ پھیل رہے تھے اسلام اسی قدر تیزی سے سکڑ تا جا رہا تھا جبکہ دوسری جانب جس وقت اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا اسی وقت سلطنت عثمانیہ کا آغاز بھی ہو رہا تھا سلطنت عثمانیہ کا آغاز 1299ء میں ہوا اور اس کے بعد یہ سلطنت پھیلتی چلی گئی حتیٰ کہ مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کر لیا۔ جس کی بشارت ہمارے مہربان نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں دی تھی۔ ان کی سلطنت تین براعظموں ایشیاء افریقہ اور یورپ تک پھیلی ہوئی تھی لیکن آخر کار یہ عظیم سلطنت بھی عروج کے بعد راہ زوال پر گامزن ہو گئی انہوں نے بھی کمزوری دکھائی حالانکہ ان کے ارد گرد دشمن تھے۔ فاتح مصر نے جو انہیں نصیحت کی تھی انہوں نے فاتح مصر کی نصیحت بھلا دی اور ذلت کا شکار ہو گئے ابو الحسن ندوی فاتح مصر کے الفاظ کو یوں بیان کرتے ہیں

> "اس بات کو کبھی نہ بھلانا کہ تم قیامت تک خطرے کی حالت میں ہو اور ایک اہم ناکے پر کھڑے ہوئے ہو اس لیے تم کو ہمیشہ ہوشیار اور مسلح رہنا چاہئے کیونکہ تمہارے چاروں طرف دشمن ہیں اور ان کی نگاہیں تم پر اور تمہارے ملکوں پر ٹکی ہوئی ہیں"[19]

بد قسمتی سے ترکوں نے اس بات کی طرف زیادہ توجہ نہ دی یہاں تک کہ جس وقت دنیا کی اقوام جدید ترین فنون، ٹیکنالوجی اور علوم حاصل کرنے میں مگن تھیں بد قسمتی سے اس وقت عالم اسلام خواب غفلت میں پڑا ہوا تھا جبکہ اہل مغرب اپنی نیند سے بیدار ہو کر ستاروں پر کمند ڈالنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ وہ دنیا بھر میں اپنا لوہا منوانے کے لیے ایسی گلوبل حکومت کا قیام چاہتے تھے جس کے ذریعے وہ دنیا کے وسائل پر قبضہ کر سکیں۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے یورپ نے بہت سے سائنسدان، فلسفی، محقق اور جہاز ران پیدا کیے جنہوں نے دنیا کو نئی جہتوں سے روشناس کروایا اور بے شمار چیزیں ایجاد کیں اور کئی نامعلوم ممالک بھی دریافت کیے۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کی مگر اب بھی مشرق و مغرب کی کشمکش مسلسل جاری رہی آخر ترکی یورپ کا مقابلہ نہ کر سکا پہلی جنگ عظیم میں سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ترکوں کے زوال کے ساتھ ہی عالمگیر طاقت اور اقتدار کی قیادت یورپ کے ہاتھ میں چلی گئی اور مغربی تہذیب کو تمام تہذیبوں پر فوقیت حاصل ہو گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر فلسطین کی ریاست کو ختم کر کے اسرائیل قائم کر دیا گیا اب اسے عظیم تر اسرائیل بنانے کی کوشش جاری ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد رقمطراز ہیں

"یہ گریٹر اسرائیل ان تمام علاقوں پر مشتمل ہو گا جہاں کبھی یہودی قوم کے طور پر آباد تھے گریٹر اسرائیل میں فلسطین، شام، ترکی کا مشرقی اور جنوبی حصہ مصر کا دریائے نیل کا زرخیز حصہ ہے اور عراق کے علاوہ سعودی عرب کا شمالی حصہ جس میں خیبر ہے اور مدینہ منورہ جہاں ہمارے تین قبیلے آباد تھے شامل ہیں"[20]

اگرچہ بیسویں صدی سے مسلمانوں میں اسلام پسندی کا شعور بیدار رہا لیکن مسلم ممالک کے حکمران نے اسے بھی ملک کے لیے خطرہ قرار دے دیا بد قسمتی سے کچھ مسلمان رہنما بھی مغرب کے گن گاتے نظر آتے ہیں مغرب کے نظام کو درست جبکہ اسلامی نظام کو پسماندہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک مسلمانوں میں مذہب کی محبت ضروری نہیں شاید یہی وجہ ہے کہ آئے دن مسلمان حکمران یورپی آقاؤں کی غیر ضروری حمایت سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ شاید فرنگی تہذیب کی پیروی کو ہی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مغربی گلوبلائزیشن کی بدولت مسلم ممالک تنزلی کا شکار ہوتے جارہے ہیں ان ممالک کے حکمران مغرب کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت تمام مسلم ممالک میں یہودیوں کی ایک خفیہ تنظیم فری مشینری کے نام سے کام کر رہی ہے جو مسلمانوں کے خاتمہ کے درپے ہے اور مغربی عالمگیریت کے طے شدہ مقاصد کے حصول کے لیے دن رات کوشاں ہے۔ اس خطرناک اسلام دشمن تحریک کے ہاتھوں عالم اسلام کے گرد مسلسل گھیرا تنگ کیا جارہاہے مزید یہ کہ عرب و اسلامی ممالک میں یہ اپنا مذموم اثر بڑھا رہے ہیں

"فری مشنری الجزائر، مصر اور شام، میں ان کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں۔ نائیجیریا میں تو کوئی قبیلہ ایسا نہیں ملتا جس کا سردار فری مشینری کا رکن نہ ہو"[21]

اس وقت عالم اسلام مغرب کے نرغے میں ہے تمام اسلامی ممالک میں اس وقت افراتفری کا عالم ہے افغانستان، عراق، لیبیا، شام، مصر وغیرہ پر اہل مغرب کا مکمل کنٹرول ہے۔ آج کل مغرب کی ریشہ دانیوں سے پاکستان بھی دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ مغربی عالمگیریت پر نظر رکھنے والے متعدد قدیم و جدید ماہرین و لکھاری اس بات کی پیشن گوئی کر چکے ہیں کہ مغرب کا اگلا تصادم مسلم دنیا سے یقینی طور پر ہونے والا ہے اور یہ مغرب سے پاکستان تک اسلامی ملکوں کی بربادی ہے کیونکہ نئے عالمی نظام یعنی نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کے لیے ابھی سے جدوجہد شروع ہو چکی ہے۔ جبکہ دوسری طرف قابل افسوس حقیقت یہ ہے کہ مسلم ممالک اس وقت شدید بحران کا شکار ہیں مسلمان سیاستدانوں کا اس میں سب سے بڑا ہاتھ ہے مسلمانوں میں غدار پیدا کیے جارہے ہیں، وطن عزیز پاکستان جیسے ملک میں بے جا سیاسی آزادی دی گئی ہے کہ سینکڑوں سیاسی جماعتیں بنادی گئی ہیں اور یہ سیاسی جماعتیں آپس میں الجھتی رہتی ہیں۔ عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے عوامی ذہنوں کو مزید الجھا کر ملک میں افراتفری کا ماحول بنا دیا گیاہے۔ آئے دن یہ سیاسی جماعتیں ایک دوسرے پر غداری اور غیر ملکی ایجنٹ جیسے الزامات لگاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ عام عوام مختلف طبقات و گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ

گئے ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جہاں سی آئی اے کی فنڈنگ ہو جہاں حکمران اور میڈیا خرید اجاچکا ہو اور کم و بیش تین سو سیاسی جماعتیں ہوں وہاں سیاسی استحکام کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ جبکہ اپنے ملک میں انہوں نے دو سیاسی جماعتیں بنائی ہیں۔ جس ملک کو مغربی اقوام نے تباہ کرنا ہو ان میں سیاسی انتشار برپا کر دیا جاتا ہے۔ بس مغربی گلوبلائزیشن کی وجہ سے عالم اسلام زوال پذیر ہو چکا ہے ان کی اپنی تہذیب، اخلاق و اقدار ختم ہوتے جارہے ہیں۔ اور مسلمان حکمرانوں کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی ایک تعداد ہے جو ذہنی طور پر مغربی غلامی کو قبول کر چکے ہیں۔ اسلامی ممالک میں برسر اقتدار لوگوں کی ذہن سازی ہی یوں کی جارہی ہے کہ مغربی تہذیب جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے مغرب کی پیروی کیے بغیر ترقی کا حصول ممکن نہیں اسلامی حکمرانوں کی یہی بے حسی و بے بسی نہ صرف اسلامی ممالک میں اندرونی انتشار و کشمکش کا باعث ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی پسماندگی و رسوائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

؎ دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارہ

## معاشرتی و اخلاقی اقدار کا خاتمہ

مغرب عالمگیریت کی بے لگام پالیسیوں کی بدولت مغربی معاشروں کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشروں سے بھی اخلاقی اقدار کا خاتمہ ہوتا نظر آتا ہے کیونکہ انسان فطرتاً مذہب پسند ہے اور مذہب سے ہی اخلاقی اصول تشکیل پاتے ہیں۔ یہ اخلاقی اصول ہی انسان زندگی کے اکثر شعبہ جات میں انسان کی رہنمائی کرتے ہیں اس لیے ان اصولوں کا ہونا معاشرے کی کلیدی ضرورت ہے مغرب نے مذہب سے دوری اختیار یوں کی کہ اس کو سیاست اور معاشرتی معاملات سے بالکل جدا کر دیا شاید یہی وجہ ہے کہ مغرب میں قوت اخلاق اور علم دین کا توازن درست نہیں رہا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مغرب نے نشاۃ ثانیہ کے بعد مادی قوت، ٹیکنالوجی، فن اور جدید علوم کی ترویج میں نمایاں ترقی کی ہے مگر بدقسمتی سے مغرب اس ترقی کی دوڑ میں اخلاقیات کو روندتا ہوا بہت آگے نکل گیا۔ آج مغربی ترقی نے ستاروں پر کمند تو ضرور ڈالی ہے بڑے بڑے پہاڑوں کو سر کر لیا ہے سمندروں کو چیر کر تیز رفتار بحری جہاز تو بنا لیے ہیں مگر اخلاقیات کا جنازہ نکال کر ترقی و تیز رفتاری کی چادر اوڑھ رکھی ہے اب مغربی تہذیب کا مقصد صرف اور صرف مادی ترقی رہ گیا ہے روحانیت کا تصور مغرب میلوں دور چھوڑ آیا ہے۔ محض دولت کا زیادہ سے زیادہ حصول جنسی تسکین اور دوسروں پر برتری کا جنون مغرب کے سر پر سوار ہے۔ خود کو دنیا بھر میں تہذیب سکھانے کا دعویدار مغرب کا دانشور آج جنسی تسکین کی بھوک میں حلال و حرام کی تمیز سے بالکل قاصر درندے جیسی معاشرتی زندگی گزار رہا ہے ڈاکٹر سلیم اختر مغربی مفکر سگ منڈ فرائیڈ کے بیان کردہ ایک لڑکی کے خواب کو بیان کرتے ہیں:

"نورما جین بیکر Norma Jean Baker جس گھر میں رہتی تھی وہ سخت اور کٹر قسم کے مذہبی لوگ تھے اسے گرجا میں ان کے ساتھ باقاعدگی سے جانا پڑتا۔ اسے دن رات گناہوں کے عذاب سے ڈرایا جاتا۔ اس لڑکی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ گرجا میں کھڑی ہے کہ اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں تھا اور تمام لوگ اس کے قدموں میں لیٹے ہوئے تھے۔ اگرچہ گھر والوں نے اس سے سگریٹ و شراب نہ پینے کا عہد لیا تھا لیکن یہ خواب بتاتا ہے کہ وہ یہ سب کچھ کرنا چاہتی تھی۔ عریاں حالت میں گرجے میں جاتا گرجے سے نفرت کا اظہار کرتا ہے"[22]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مغرب کی نظر میں اخلاقیات کی کس قدر اہمیت ہے۔ اگر اس وقت صرف امریکہ پر ہی نظر ڈالیں تو وہاں کی معاشرتی حالت بہت خراب ہے جہاں قتل و غارت اور زنا کے واقعات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ امریکہ اس وقت تہذیب و تمدن، علم و تحقیق اور جمہوری روایات کے ساتھ آزادی حقوق نسواں کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔

"امریکہ میں 21 سالہ نوجوان پیراٹن کے ساتھ تین دوشیزہ عورتوں نے سات مرتبہ زنا بالجبر کیا۔"[23]

اخلاقیات کے حوالے سے رہی سہی کسر اس طرح نکال لی گئی کہ ہم جنس پرستوں کو قانونی طور پر شادیوں کی اجازت دے دی گئی۔ دنیا کے مختلف حصوں میں ہم جنسی پرستوں کے اتنے بے ہودہ واقعات ہو رہے ہیں جو تاریخ نے کبھی نہیں دیکھے۔ اس وقت اخلاقی پستی کا حال یہ ہے کہ جس لعنت میں قوم لوط مبتلا ہو کر تباہ ہو گئی تھی، اسے قانونی طور پر جائز قرار دے دیا گیا ہے اسکی وجہ سے صرف اگر امریکہ ہی پر نظر ڈالی جائے تو حیرت انگیز انکشافات سامنے آتے ہیں کہ کس طرح گھریلو زندگی کو مغربی عالمگیر پالیسیوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔

"امریکہ میں صرف 1993 کے اعداد و شمار کے مطابق دو سے تین ملین ہونے والی شادیوں میں سے تین میں سے ایک ملین طلاق پر ختم ہوئیں۔ ان حالات کے پیش نظر محکمہ مردم شماری نے پیشن گوئی کی کہ ہر 10 میں سے 4 شادیوں کا انجام طلاق ہو گا۔ ملک میں ہونے والی 60 فیصد طلاقیں 25 سے 39 سال کی عمر کے جوڑوں میں ہوتی ہیں۔ صرف ایک سال میں ان طلاقوں سے ایک ملین بچے متاثر ہوئے"[24]

اسلامی تعلیمات ہر گز اس طرح کی بے حیائی و بے باقی کی اجازت نہیں دیتیں۔ اسلام میں صرف نکاح کا تصور موجود ہے۔ لیکن آج مغرب کی اس مہذب دنیا نے اس وقت ہم جنس پرستوں کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ کر رکھا ہے۔ بلکہ ان کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کرنا ریاست نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ

"جب 13 جون 2016ء رمضان المبارک بروز سوموار کو امریکہ میں اولینڈ کے ہم جنس پرستوں کے کلب میں فائرنگ سے پچاس لوگ ہلاک ہوگئے۔ تو امریکہ میں شدید غم کی لہر دوڑ گئی۔ اس پر امریکی صدارتی انتخابات میں صدارتی امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ اور مخالف صدارتی امیدوار ہیلری کلنٹن نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ ہیلری کلنٹن نے اولینڈ واقعہ پر بیان دیتے ہوئے ہم جنس پرستوں سے ہمدردی دکھائی اور اعلانیہ طور پر ان کے غم میں برابر کا شریک ہونے کا اظہار کیا۔"[25]

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ کسی بھی معاشرے میں اخلاقیات کی خوبصورتی و نکھار اس معاشرے کو جنت نظیر بنا دیتا ہے اس کے برعکس معاشرے میں اخلاقی پسماندگی معاشرتی تفریق و حق تلفی کا باعث بنتی ہے۔ مغرب نے جس قدر جنسی بے راہ روی کو معاشرے میں عام کیا ہے اس سے معاشرے میں جنسی بھوک، دولت زیادہ سے زیادہ کمانے کا لالچ اور دوسروں پر غیر ضروری برتری نے مغربی معاشروں میں ہلچل مچادی ہے۔ فری سیکس اسٹیٹ کے قیام سے معاشرہ تباہی کے قریب آن پہنچا ہے۔ صرف مادیت پرستی، آزاد روی اور سیکولرازم جیسے افکار مغرب کے ذہنوں میں پیوست کر کے انسانیت کی حق تلفی اور اخلاقی رسوائی لوگوں کو تحفے میں دی ہے۔

## تیسری جنگ عظیم کا خطرہ

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد دنیا میں لیگ آف نیشنز کا قیام عمل میں آیا اس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کو آئندہ جنگوں سے محفوظ رکھا جائے۔ صدر ولسن نے عالمی نظام کے خواب کو پورا کرنے کے لئے اس جیسی تنظیم کا خواب دیکھا۔ لیکن اپنی ناقص کارکردگی کی بدولت یہ تنظیم جلد ختم ہو کر رہ گئی اور تاریخ نے جلد ہی دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کو دیکھا اس جنگ کا اختتام لاکھوں انسانوں کی ہلاکت پر ہوا۔ جب دنیا نے جنگ کی تباہ کاریاں دیکھیں تو فوری اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس جنگ کے اختتام پر عرب مسلمانوں کی پیٹھ پر چھرا گھونپ دیا گیا۔ اور فلسطین کے علاقے میں بے جا طور پر ایک یہودی سلطنت کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اقوام متحدہ کے قیام کے بعد دنیا میں امید کی کرن نظر آنے لگی۔ لیکن اس کے بعد دو بڑی طاقتوں میں سرد جنگ کا آغاز ہو گیا جس کا اختتام روس کے ٹوٹنے پر ہوا جب اس کو افغانستان میں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس سرد جنگ کا اختتام ہوا تو عالمی نظام کے قیام کے لیے تیزی آگئی۔ نئے عالمی نظام کی تلاش میں اقوام عالم سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ سرد جنگ کے اختتام پر سابق امریکی صدر جارج واکر بش نے 1990ء کے آغاز ہی میں ایک عالمی نظام کی ضرورت پر زور دیا۔ کویت پر عراقی حملے اور امریکہ کی سربراہی میں لڑی گئی خلیجی جنگ کو نئے عالمی نظام کا ابتدائیہ قرار دیا گیا۔ وعدہ کیا گیا کہ مستقبل میں کوئی جارح اپنے کیے کی سزا پائے بغیر نہ رہ سکے گا۔ بین الاقوامی سرحدوں پر یک طرفہ طور پر ردوبدل کی اجازت نہیں ہوگی۔ اقوام متحدہ دنیا بھر میں امن قائم کرنے کے لیے ایک نیا کردار ادا کرے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ

مغرب کے کچھ انتہائی ناپاک عزائم بھی سامنے آئے۔ ان خود ساختہ عالمگیر پالیسیوں سے دنیا بھر کے معاشروں میں بے یقینی و افراتفری کی لہر دوڑ گئی۔ سرحدی و معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ معاشرے میں ثقافتی و تہذیبی مسائل بھی جنم لے رہے ہیں مغربی مفکرین خود بھی اس حوالے سے تشویش کا اظہار کر چکے ہیں۔

> "Governments deregulate markets, float exchange rates and otherwise yield control to global markets to achieve (successfully or not) their economic objectives. The Hollywood entertainment industry, the largest export industry in the United States attacks the defenses of cultural protectionism wherever it encounters them."[26]

دراصل خلیجی جنگ نے مشرق وسطیٰ پر اس امریکی غلبے کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے جہاں وہ پہلے کبھی نہیں تھا۔ جس وقت بغداد پر بموں کی بارش ہو رہی تھی اس وقت جارج بش نے نئے ورلڈ آرڈر کا اعلان کر دیا نیو ورلڈ آرڈر کا مفہوم یہ تھا کہ صرف وہی ہو گا جو ہم کہیں گے۔ دوسری جانب مسلمانوں کی پے در پے غلطیوں نے مغرب کو ظلم و ستم کے زیادہ مواقع فراہم کیے۔

سعودی حکومت نے عراقی شیعہ عناصر پر مشتمل باغیوں کی حمایت کے لیے ایک منصوبہ بھی ترتیب دیا تھا جسے بش انتظامیہ نے فوری طور پر مسترد کر دیا تھا۔ دراصل اقوام متحدہ کا قیام دنیا پر ظالم سود خوروں نے اپنے قبضے کو مستحکم کرنے کے لیے کیا تھا۔ اس کنٹرول کو مزید سخت کرنے کے لیے اس میں سلامتی کونسل کا ادارہ بھی قائم کیا گیا[27]۔ اور اس میں پانچ ریاستوں کو ویٹو پاور کا حق دے دیا گیا۔ سلامتی کونسل کا ادارہ اور اس میں ایجنٹ قوتوں کو مستقل رکنیت دے کر کھیل کے تمام قواعد اپنے ہاتھ میں لے لیے گئے[28]

اس وقت بھی دنیا میں جنگ جاری ہے۔ تمام اسلامی ممالک کسی نہ کسی طرح اس کی لپیٹ میں ہیں حقیقت یہ ہے کہ تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہو چکا ہے۔ مغرب کی طرف سے 9/11 کا ڈرامہ رچا کر مسلم ممالک کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا اور مسلم ممالک کو سیاسی معاشرتی و عسکری اعتبار سے بالکل کمزور کر دیا گیا۔ اور مغرب کے بعض حلقوں نے اسے جدید دور کی کروسیڈ Crusade کا نام دے دیا۔ اگر یاد ہو تو پہلی جنگیں واضح طور پر اسلام کا نام و نشان دنیا سے ہمیشہ کے لیے مٹانے کے لیے شروع کی گئیں تھیں۔ جن میں سارا یورپ اکٹھا ہو کر عالم اسلام کے خلاف امنڈ آیا تھا اُسی طرح آج سارا یورپ مل کر عالم اسلام پر ابھی تک حملہ آور ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ مغربی اقوام نے حکمت عملی بنائی۔ پھر اس پر عملدرآمد کروانے کے لیے مغرب نے ہر جائز و ناجائز راستہ اختیار کیا۔ بلکہ بعض اسلامی ریاستوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، مغرب دنیا پر کنٹرول کے لیے درج ذیل طریقہ کار اپنایا جا سکتا ہے:

- مغرب دنیا بھر میں عالمگیری حکومت کے قیام کے لیے پوری قوت سے ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کر سکتا ہے۔
- مغرب اسلامی ممالک میں ضرورت کے مطابق بحران پیدا کر سکتا ہے

- معاشرے میں گردش دولت کی بجائے دولت کو صرف حکمرانوں تک محدود کیا جاسکتا ہے
- اقوام متحدہ کے ذریعے عالمی حکومت کے قیام کے منصوبے پر عمل درآمد کروایا جاسکتا ہے۔
- یہ عالمی ریاست صرف اپنے تابعدار لوگوں کے لے آسانیاں پیدا کر سکتی ہے
- مغرب NATO کو عالمی فوج کا درجہ دے کر اپنے مفادات جائز و ناجائز طریقے سے حاصل کر سکتا ہے۔

NATO اہل مغرب کی فورس ہے جس کا مطلب ہے۔ Northern Atlantic Treaty Organization [29] مغرب نے مفادات کے حصول کے لیے اس کا قیام عمل میں لایا تھا اور ظاہری طور پر یہ دنیا بھر میں امن کی ضامن ہیں مگر حقیقت اس کے برعکس ہے درحقیقت یہ نئی فورس مسلمانوں کے خلاف مغرب کا باقاعدہ، منظم، اور مضبوط اتحاد ہے۔ اور تیسری جنگ عظیم میں مسلمانوں کا مقابلہ اس فورس کے ساتھ ہو گا۔ 11 / 9 کے بعد کروسیڈ کی اصطلاح بہت زیادہ استعمال ہوئی۔ یہ اصطلاح استعمال کرنے کا مقصد مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ اور مسلمانوں سے ماضی کا بدلہ لینا تھا۔ شاہنواز فاروقی رقمطراز ہیں

"مغربی عالمگیریت کے مفکرین اس خیال میں بہت پختہ نظر آتے ہیں کہ مغربی تہذیب ہر طرح سے اسلامی تہذیب سے برتر ہے اور اس نے جس طرح کمیونزم کو شکست دی ہے یہ اسی طرح اسلامی تہذیب کو بھی شکست سے دوچار کر دے گی۔ یہی وجہ کے کہ اسلام کے خلاف آئے دن نت نئی سازشیں ہو رہی ہیں۔ نیٹو فورسز کے کمانڈر کلارک نے کہا تھا کہ "اصل مسئلہ اسلام کی تعبیر کا ہے اور یہ طے کرنا ہے کہ کیا اسلام ایک پر امن مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو تشدد پر اکساتا ہے"۔ [30]

11 ستمبر کے قاتلانہ حملے کے بعد عراق اور افغانستان پر امریکی کاروائی کو بائبل کی پیش گوئی یعنی حق و باطل کے درمیان عظیم جنگ کا آغاز قرار دے دیا گیا۔ شاید یہ تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہو جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہے۔ اہل مغرب کی ریشہ دوانیوں کی بدولت جنگ عظیم III بالکل قریب آپہنچی ہے۔

جدیدیت کی فکر کے مطابق انسان مکمل طور پر آزاد ہے کہ وہ جو چاہے چاہ سکے، جدیدیت خواہشات نفسانی کی الوہیت کا اعلان ہے۔ اس کے خیال میں یہ تمام خواہشات objective جسے Modern Subjectivism کہا جاتا ہے یعنی کہ اس انسانی فکر کو خدا کا درجہ دے دیا [31]

دنیا کے خاتمے سے پہلے اچھائی اور برائی کی قوتوں کے مابین ایک بہت بڑی جنگ ہو گی ان تمام تر پیشن گوئیوں اور ظاہری آثار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہیں ہو گا کہ مغربی گلوبلائزیشن کے کرتا دھرتاؤں نے جس قدر تیزی کے ساتھ شیطانی ہتھکنڈوں سے دنیا پر قبضہ کیا ہے اور جس تسلسل کے ساتھ وہ اسلام پر یکے بعد دیگرے حملے کر رہے ہیں

لگتا یوں ہی ہے کہ یہ تیسری جنگ عظیم کی طرف قدم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں میں جذبہ شہادت، انکی اسلام سے محبت، تہذیب اور ان کی خودداری انہیں مغربی تہذیب کے سامنے کبھی سر تسلیم خم نہیں کرنے دے گی۔ اگرچہ فی الحال مسلمان ظاہری طور پر کمزور نظر آتے ہیں مگر یہ مسلمان قوم ہر طرح سے اپنا دفاع کریں گے۔ امکان ہے کہ تیسری جنگ عظیم اعلانیہ جب بھی ہوگی مسلمانوں اور مغرب کے مابین ہی ہوگی اور مسلمان مستقبل میں اتحاد قائم کر کے بھرپور انداز میں نہ صرف اپنا دفاع کریں گے بلکہ مغربی ظلم وستم اور جارحیت کو چاروں شانے چت کر کے فتح کا سہرا اپنے سر پر ضرور سجائیں گے۔

### خلاصہ بحث

عالمگیریت موجودہ دور کی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ موجودہ مغربی عالمی پالیسی مسلم معاشرے کے لئے موزوں اور قابل قبول نہیں ہے۔ مغرب کی خود ساختہ پالیسیوں کی وجہ سے پوری انسانیت خطرے میں ہے۔ مغربی عالمگیریت کے اثرات ایک بے قابو تباہی ہیں۔ زندگی کے معاشرتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی شعبے کی اصلاح کی کوشش وقت کی ضرورت ہے۔

## حواشی وحوالہ جات


1. Western Experts of Globalization i.e. Steger B Manfred. Huntington, Samuel Philip. Robertson Roland, Phillips Gerard, Gordon Smith, etc
2. Steger B Manfred, Globalization a Very Short Introduction, Oxford University Press, New York, USA, 2002, P: 3
3. Huntington, Samuel Philip, Clash of Civilization and Remaking of World Order, Penguin Press, New York, 1997, P:102-103
4۔ دنیا کا سب سے بڑا اسلحہ ساز کارخانہ امریکہ میں ہے جسے امریکہ دنیا بھر میں اپنے مفادات کے لیے اپنی منشا کے مطابق استعمال کرتا ہے۔
5. Robertson Roland, Globalization Social Theory and Global Culture, London Sage, London, 1992, P: 11
6. Steger, B Manfred, Globalization a Very Short Introduction, P:69
7۔ فاروقی، شاہ نواز، تہذیبوں کا تصادم، لاہور، شرکت پریس، 2008، ص24، 25
8۔ امریکی ریاست نیویارک میں موجود دنیا کے سب سے بڑے تجارتی مرکز ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ
9۔ مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں بارہویں صدی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی جنگیں
10۔ مودودی، ابوالاعلی، تہذیبی کشمکش میں علم وتحقیق کا کردار، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، س ن، ص44، 45
11. Phillips Gerard, Introduction to Secularism: National Secular Society, Barkley press, London, August 2011, P: 9
12۔ محمد قطب، سید، جدید جاہلیت، مترجم: ساجد الرحمان صدیقی، البدر پبلیکیشنز، لاہور، 1976، ص44
13. Huntington P Samuel, Clash of Civilization and Remaking of World Order, P: 74

14۔ ابولبابہ، شاہ منصور، دجال عالمی دجالی ریاست ابتداء سے انتہاء تک، السعید پبلیشرز، لاہور، 2010ء، 170/2
15۔ بائبل، عہد نامہ قدیم، کتاب الخروج، باب 22، ص 45
16۔ محمد قطب، سید، جدید جاہلیت، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، ص 123
17۔ غازی، محمود احمد، حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام، ص 27
18۔ حامد کمال الدین، مسجد اقصیٰ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا مسئلہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص 22
19۔ ندوی، ابوالحسن، دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مکین پرنٹنگ پریس، کراچی، 2001، ص 201
20۔ اسرار احمد، اسلام کا مستقبل، موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں، مکتبہ خدام القرآن، کراچی، س ن، ص 24
21۔ محمد منیر قمر، انسانی تاریخ کی خطرناک خفیہ تحریک، حقائق و انکشافات توحید پبلیکیشنز، بنگلور، 2004، ص 24،
22۔ سلیم اختر، تین بڑے نفسیات دان، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2006، ص 100
23۔ نوائے وقت، 12 جون 1996
24. www.divorcecentre.org/faqs/stats.htm, Extracted: 15 March 2002, 0200 PST
25. Dawn News, 14 June 2016
26. Gordon Smith and Moises Naim, Altered States Globalization sovereignty and Governance, International Development Research Centre, Canada, 2000, P: 7
27۔ سلامتی کونسل کا مقصد دنیا بھر کے ممالک کو جنگوں اور باہم تنازعات سے بچانا تھا مگر اس ادارے کو مفاہمت کی بجائے بین الاقوامی سپر پاورز کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا دیا گیا۔ ابھی تک یہ اپنے مقاصد کے حصول میں مکمل طور پر ناکام نظر آتا ہے۔
28۔ مسعود انور، تیسری عالمگیر جنگ، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2010،، ص 24
29۔ یہ بظاہر دنیا بھر کی سب سے طاقتور فوج ہے اور اسلامی ممالک کی تباہی میں پیش پیش رہی مگر حال ہی میں افغانستان میں ناکامی کے بعد اپنا اخلاقی وقار کھو بیٹھی ہے۔
30۔ شاہنواز فاروقی، تہذیبوں کا تصادم، ص 25
31۔ احمد ندیم، مابعد جدیدیت اور اسلامی تعلیمات، کتاب محل، لاہور، 2016، ص 80